© rasailojaraid.com

محاصل کی تنفیذ
اور اسلامی حکومت کے اختیارات

ڈاکٹر نور الدین جامی
ایسوسی ایٹ پروفیسر ادارہ علوم اسلامیہ وعربیہ بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

اہم عنوانات مقالہ

1 ...... تمہید۔
2 ...... شرعی محاصل کے علاوہ مزید محاصل عائد کرنے کی صورتیں۔
3 ...... مکس (ٹیکس) کا لغوی اور اصطلاحی تعریف۔
4 ...... ٹیکس کا تاریخی پس منظر۔
5 ...... اسلام میں زکواۃ اور عشر کے علاوہ کوئی ٹیکس نہیں۔
6 ...... محصول چونگی۔
7 ...... حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں جوابی ٹیکس کا اجراء۔
8 ...... ٹیکس کا جواز چند قرآنی آیات سے۔
9 ...... ہنگامی ٹیکس کے حصول کیلئے حکومت کی طرف سے جبر واکراہ کے جواز۔
10...... مصالح مشترکہ کیلئے نوائب کا تقرر۔
11 ...... مفاد عامہ نہ ہونے کی صورت میں اخذ محاصل ظلم ہے۔
12 ...... دفاعی ضرورت کیلئے ٹیکس کا حد جواز۔
13 ...... مال میں زکواۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔
14...... موجودہ دور میں ٹیکس کا نفاذ ناگزیر ہے۔
15...... خلفاء راشدینؓ کے دور میں جزیہ، خمس، خراج، عشور وغیرہ کا اجراء۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

16 ...... امام شاطبیؒ کے دور میں شہر پناہ تعمیر کرنے کیلئے ٹیکس کا اجراء۔

17 ...... انفاق فرض زکواۃ کے ہم معنی نہیں۔

18 ...... و آتوا حقه یوم حصاده سے استدلال کے چند وجوہ۔

19 ...... مشہور مالکی فقیہہ ابوالولید الباجیؒ کا فتوی۔

20 ...... ٹیکس کا نفاذ، سیاست شرعیہ، مصالح مرسلہ کے اصولوں پر جائز قرار دیا جاسکتا ہے۔

اسلام کا نظامِ محاصل ایک ایسے ہمہ گیر فلسفے پر مبنی ہے جسکے نام اسلام ہے، جو عالمگیر دعوت اور ہمہ گیر انقلاب کا داعی ہے او وہ دنیائے انسانیت کی نہ صرف معاشی فلاح واصلاح کا خواہش مند ہے بلکہ وہ مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی ہر قسم کی دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا علمبردار بھی ہے۔ اس کے نزدیک انسان کی منتہاء مقصود صرف دنیوی ترقی و کمال ہی نہیں بلکہ سعادت ابدی اور رضائے الٰہی بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام ہر شعبہ زندگی کیلئے ایک جامع نظام حیات پیش کرتا ہے اور انہیں شعبہ ہائے زندگی کا ایک شعبہ محاصل بھی ہے۔

اگر ہم اسلامی ریاست کی ذمہ داریوں کا مطالعہ کریں تو معلوم ہوگا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اپنے شہریوں کو اسلامی تعلیم و تربیت، دفاع، دنیا کو حق کی طرف دعوت دینا اور اس سلسلہ میں اگر ضرورت پڑے تو جہاد، ملک میں عدل وانصاف اور امن وامان کے قیام کے ذریعے جان ومال اور عزت وآبرو کی حفاظت اسلامی ریاست کی بنیادی ذمہ داریاں ہیں۔ اسلامی ریاست کا فرض ہے کہ وہ دارالاسلام کے اندر بسنے والے ہر انسان کی بنیادی ضروریات زندگی کی تکمیل کا اہتمام کرے دارالاسلام کا کوئی باشندہ بھوکا، پیاسا، ننگا، بے ٹھکانہ، اور مرض کی حالت میں بے علاج نہ رہے حضرت عمرو بن مرہؓ سے روایت ہے **قال عمرو بن مره لمعوية إني سمعت رسول اللهﷺ يقول ما من إمام يغلق بابه دون ذوی الحاجة والخلة والمسكنة إلا أغلق الله أبواب السموات والارض دون خلته وحاجته ومسكنته فجعل معاوية رجلا على حوائج الناس** ﴿1﴾ عمرو بن مرہؓ نے حضرت معاویہؓ سے کہا کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو امام ضرورت مندوں، فقراء اور مساکین پر اپنے دروازے بند کر لیتا ہے اللہ تعالی اس کی ضروریات فقر اور مسکینی پر آسمان کے دروازے بند کر دیتا ہے یہ سن کر حضرت معاویہؓ نے ایک آدمی کو عوام کی ضروریات پورا کرنے پر مامور کر دیا نبی کریمﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہوتا ہے کہ اگر صاحب امر ضرورت مند افراد کی ضروریات پوری کرنے کا اہتمام نہیں کریگا تو اللہ تعالی کی سخت ناراضگی مول لے گا یہ وعید اس بات کیلئے کافی ہے کہ تکمیل ضروریات اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے اسلامی تاریخ بتلاتی ہے کہ جب بھی مسلمان حکمرانوں نے اسلامی ہدایات کو اپنا رہنما بنایا تو انہوں نے اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کیا اور اس کا اعلان کیا حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں **لو مات جمل ضياعا على شط الفرات لخشيت أن يسئالني الله عنه** ﴿2﴾ اگر ساحل فرات پر کوئی اونٹ بے سہارا مر جائے تو مجھے ڈر ہے کہ اللہ تعالی مجھ سے اس کی بابت جواب طلب کریگا۔'' ان ذمہ داریوں کی ادائیگی کیلئے شرعی محاصل کے علاوہ بعض اوقات مزید محاصل عائد کرنے کی ضرورت بھی پڑھ سکتی ہے ان ٹیکسوں کی تنفیذ تین

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجوہات کی بناپر کی جاسکتی ہے۔

اولاً یہ کہ شرعی محاصل سے حاصل ہونیوالی آمدنی ریاست کے بنیادی فرائض، دفاع، جہاد فی سبیل اللہ اور کفالت عامہ کیلئے ناکافی ہو

ثانیاً اسلامی ریاست کو ملک کی معاشی تعمیر و ترقی و مصارف حکمرانی کیلئے مزید دولت کی ضرورت ہو

ثالثاً اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے کہ معاشرے کے اندر تقسیم دولت میں پائی جانے والی ناہمواری اور عدم توازن کو ختم کرے معاشرے کے ان افراد پر ٹیکس عائد کرے جن کے پاس بہت زیادہ دولت ہو تاکہ دولت چند ہاتھوں میں مرتکز ہوکر نہ رہ جائے اس کے علاوہ مصالح اور استحسان کے نقطہ نظر سے بھی ٹیکس عائد کئے جاسکتے ہیں۔

جس طرح افراد کو اپنی زندگی بسر کرنے کیلئے رقم کی ضرورت ہوتی ہے بعینہ اسی طرح حکومت جو مختلف افراد ہی کے مجموعے کا نام ہے ان کو بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کیلئے دولت کی ضرورت پڑتی ہے حکومت یہ رقم مختلف طریقوں سے ان ہی افراد سے وصول کرتی ہے اسے اصطلاح میں ٹیکس یا محصول کہا جاتا ہے ٹیکس جسے عربی میں ضریبہ مکس اور خراج کہا جاتا ہے علامہ ابن منظورؒ نے لسان العرب میں صراحت کی ہے کہ اہل عرب میں ٹیکس مکس کے نام پر مشہور تھا چنانچہ وہ رقمطراز ہیں دراھم تؤخذ من بائع السلع فی الأسواق فی الجاهلية ﴿3﴾ یہ وہ دراہم تھے جو جاہلیت کے زمانے میں بازاروں میں مال فروخت کرنے والوں سے وصول کئے جاتے تھے۔ صاحب المنجد نے مکس یمکس مکسا کا معنی ٹیکس جمع کرنا بیان کیا ہے۔ ﴿4﴾ اگر یہ بیع کے ساتھ استعمال ہوتو قیمت کم کرنے کے معنی دیتا ہے اور اگر اس کا صلہ (ہ) ہوتو پھر اس سے مراد ظلم کرنا ہے۔ المکس کا معنی محصول ٹیکس اور چونگی ہے جس کی جمع ماکوس ہے ٹیکس جمع کرنے والے کو الماکس یا المکاس کہا جاتا ہے ٹیکس کی مختلف اصطلاحی تعریفیں بیان کی گئی ہیں سب سے بہتر تعریف ''سوشل سائنسز'' کے دائرۃ المعارف نے بیان کی ہے ''محصول سے مراد وہ رقم یا قیمتی چیزیں ہیں جو حکومت مختلف افراد اور جماعتوں سے بذریعہ قانون لازماً حاصل کرتی ہیں۔'' ﴿5﴾

انسائیکلوپیڈیا بریٹنیکا میں اس طرح تعریف کی گئی ہے ''محصول حکومت کی عام ذمہ داریوں کو پورا کرنے کیلئے ایک لازمی لگان ہے جس میں انکم ٹیکس، آبکاری ٹیکس، کسٹم اور بہت سے ٹیکس شامل ہیں اس میں حکومت کے قرضے یا خاص سرکاری خدمات مثلاً ڈاک، تار اور ٹیلی فون کے معاوضے شامل نہیں۔'' ﴿6﴾

ایک اور ماہر مالیات پروفیسر ڈالٹن نے ٹیکس کی تعریف یوں کی ہے ''محصول وہ لازمی مطالبہ ہے جو حکومت کی جانب سے رعیت پر عائد کیا جاتا ہے'' ﴿7﴾

اس وقت معاشیات کا علم دن بدن ترقی پذیر ہے محصول کو عام طور پر دو حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے ایک محصول بالواسطہ اور دوسرا محصول بلاواسطہ یہ تو عام قسمیں ہیں اس کے علاوہ ہر ملک کے حالات کے مطابق وہاں مختلف قسم کے لاتعداد ٹیکس نافذ ہیں جن میں انکم ٹیکس، ٹریڈ ٹیکس، آبکاری ٹیکس، زرعی ٹیکس، سیلز ٹیکس، کسٹم ڈیوٹی، جائیداد ٹیکس، اور وراثت ٹیکس وغیرہ معروف ہیں آج کل ٹیکس صرف حکومت کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصارف پورے کرنے کیلئے ہی نہیں لگایا جاتا بلکہ اس سے ملکی معیشت کو کنٹرول کرنے کا کام بھی لیا جاتا ہے مثلاً اگر حکومت کسی ملکی صنعت کو تحفظ دے کر فروغ دینا چاہتی ہے تو غیر ممالک سے اس کی درآمد پر کئی گنا ٹیکس لگا دیتی ہے۔ یا اسی طرح کسی چیز کے استعمال کو کم کرنا چاہتی ہے جیسا کہ سامان تعیش اور نشہ آور چیزیں تو ان پر ٹیکس کی شرح میں اضافہ کر دیتی ہے تا کہ گراں تر ہونے کی وجہ سے ان کے رواج کم سے کم ہو۔ٹیکسوں کی یہ بھرمار اور اس کا پیچیدہ نظام کوئی زمانہ جدید سے خاص نہیں بلکہ اسلام سے قبل رُوم، ایران کی سلطنتوں میں کم وبیش ٹیکسوں کا ایسا ہی نظام مروج تھا جن کی تفاصیل استاذ ضیاء الدین الرئیس کی کتاب ''الخراج فی الدولة الإسلامية'' سے لی جاسکتی ہے۔ ﴿8﴾ یا جیسا کہ مؤرخ ابن جریر طبریؒ نے بھی صراحت کی ہے کہ ایران کا مالیاتی نظام بھی ظالمانہ تھا وہ لکھتے ہیں **وكان ملوك فارس يأخذون من كورهم قبل ملك كسرى نوشيروان في خراجها الثلث ومن كور الربع ومن كور الخمس ومن كور السدس على قدر شربها وعمار تها** ﴿9﴾ ''ایرانی حکمران کسری نوشیروان کی حکومت سے پہلے مختلف علاقوں سے ان کی آبادکاری اور پانی کی بہم رسائی کے لحاظ سے بعض سے ایک تہائی، بعض سے ایک چوتھائی، بعض سے خمس اور بعض سے چھٹا حصہ بطور خراج لیتے تھے۔''

لیکن اسلام نے اس نظام کو ممکن حد تک سادہ بنایا اور ان ظالمانہ ٹیکسوں سے نجات دلائی لہذا بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ اسلام کا نظام محاصل زکوۃ اور عشر پر ہی مبنی ہے اسکے علاوہ حکومت کسی قسم کا کوئی ٹیکس عائد نہیں کر سکتی اس سے قبل کہ اس موقف کا تنقیدی و تحقیقی جائزہ لیا جائے ضروری ہے کہ ان کے موقف کو بھی پیش کر دیا جائے چنانچہ انکے موقف کا خلاصہ حسب ذیل ہے

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین نے زکوۃ وعشر کے علاوہ کسی قسم کا کوئی ٹیکس عائد نہیں کیا قرآن کریم اور احادیث رسول اللہ ﷺ میں اسلامی حکومتوں کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ زکوۃ وعشر کے علاوہ کسی قسم کا کوئی ٹیکس وصول نہ کریں ارشاد باری تعالیٰ ہے **الذين ان مكنهم في الارض اقاموا الصلوة و اٰتوا الزكوة و امروا بالمعروف ونهوا عن المنكر** ﴿10﴾ ''اگر ان کو ہم زمین میں حکومت سے نوازیں تو وہ نماز وزکوۃ کا نظام قائم کریں گے اور اچھائی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے''۔

دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے **واقيموا الصلوة واٰتو الزكوٰة** ﴿11﴾ ''نماز قائم کرو اور زکوۃ دو''۔ اس کے بعد سورۂ حج، سورۂ نور اور سورۂ مزمل میں کم وبیش چھ مرتبہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ زکوۃ ادا کریں۔ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد خلفاء راشدین نے مسلمانوں کو زکوۃ ہی کا پابند کیا۔ اس کے علاوہ کسی اور ٹیکس کا پابند نہیں کیا۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ **دلني على عمل اذا عملته دخلت الجنة قال تعبد الله ولا تشرك به شيئا وتقيم الصلوة المكتوبة وتؤدي الزكوة المفروضة و تصوم رمضان قال والذي نفسي بيده لا ازيد على هذا ولا أنقص منه شيئا فلما ولّى قال النبي ﷺ من سره ان ينظر إلى رجل من اهل الجنة فلينظر إلى هذا** ﴿12﴾ ''مجھے ایسا عمل بتائیں جسے کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو شریک نہ بناؤ۔ فرض نماز قائم کرو اور مفروضہ زکوۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے میں اس سے نہ کچھ زیادہ اور نہ ہی کچھ کم کروں گا جب وہ پلٹا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا جس کو پسند ہے کہ وہ کسی جنتی کو دیکھے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے''۔

صاحب مشکوۃ نے اس حدیث کو کتاب الایمان میں نقل کیا ہے جس سے یہ بات اظہر من الشمس واضح ہے کہ اہل ایمان پر صرف مذکورہ چیزیں فرض ہیں اور انکی ادائیگی پر مسلمان جنتی بن جاتا ہے اسکے علاوہ اور کوئی چیز فرض نہیں۔ وہ مالی طور پر صرف زکوۃ ادا کرنے کا پابند ہے خلفائے راشدین بھی اپنے دور خلافت میں صرف زکوۃ ہی وصول کرتے تھے اس کے علاوہ اہل اسلام سے کوئی ٹیکس وصول نہیں کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دورہ خلافت میں جب حضرت انسؓ کو بحرین کا حاکم مقرر کیا تو بایں الفاظ آپ نے انہیں حکم نامہ جاری کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذہ فریضۃ الصدقۃ التی فرض رسول اللہ ﷺ علی المسلمین التی أمر اللہ بھا رسولہ فمن سئلھا من المسلمین علی وجھھا فلیعطھا ومن سئلھا فوقھا فلا یعط ﴿13﴾ ''شروع اللہ کے نام سے جو مہربان نہایت رحم والا ہے۔ یہ وہ صدقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے وہی ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو دیا۔ پس مسلمانوں سے فریضے کے مطابق جس سے طلب کیا جائے وہ ادا کرے اور جس سے فرض کردہ سے زیادہ مانگا جائے وہ اسے نہ دے''۔

اسی طرح فاطمہ بن قیس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لیس فی المال حق سوی الزکوۃ ﴿14﴾ ''مال میں زکوۃ کے سوا کوئی حق نہیں''

اسی لئے امام ابوالحسن بن محمد بن حبیب البصری البغدادی الماوردی رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھتے ہوئے لکھتے ہیں لیس فی المال حق سوی الزکوۃ لقولہ ﷺ لا یجب علی المسلم فی مالہ حق سواھا ﴿15﴾ ''کہ مسلمان کے مال میں سوائے زکوۃ کے اور کچھ واجب نہیں''۔

علامہ علاؤالدین علی المستقی الھندی سے منقول ہے ان تمام اسلامکم ان تؤدوا زکوۃ اموالکم ﴿16﴾ ''اسلام کی تکمیل یہ ہے کہ تم اپنے مال کی زکوۃ دو''۔

اسی طرح علامہ شوکانی نیل الاوطار میں واضح کرتے ہیں ای لیس علیھم غیر الزکوۃ من الضرائب و المکس ونحوھا ﴿17﴾ ''کہ مسلمانوں پر سوائے زکوۃ کے اور کوئی ٹیکس وغیرہ نہیں''۔

درج بالا شواہد سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ اسلامی ریاست میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر صرف زکوۃ فرض کی ہے عشر بھی زکوۃ ہی کی صورت ہے جو زرعی پیداوار پر وصول کیا جاتا ہے۔ زکوۃ اور عشر کے علاوہ کسی قسم کا ٹیکس عائد نہیں کیا جا سکتا۔ اسلامی ریاست کی وجود میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے جاہلیت کے تمام ٹیکسوں کو ختم کر کے زکوۃ وعشر کا نظام قائم فرمایا اور جہالت کے ٹیکس وصول کرنے والے کے بارے میں فرمایاان صاحب المکس فی النار ﴿18﴾ ''بیشک ٹیکس وصول کرنے والا جہنم میں ہوگا''

ایک اور روایت جو کہ حضرت سعید بن زید سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یامعشر العرب أحمدوا اللہ الذی رفع عنکم العشور ﴿19﴾ ''اے جماعت عرب! اللہ کی حمد بیان کرو جس نے تم سے عشور کو ختم کر دیا''۔

درج بالا قرآنی شواہد واحادیث سے یہ منشرح ہوتا ہے کہ زکوۃ اور عشر کے علاوہ کوئی اور ٹیکس عوام الناس سے وصول نہیں کی جا سکتا۔

میرے خیال میں ٹیکس کے عدم جواز کے ضمن میں ان شواہد سے استدلال نہیں کیا جا سکتا جن احادیث سے استدلال لے کر ٹیکس کی ممانعت ثابت کی گئی ہے ان میں حکومتی ٹیکس کیلئے جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ضریبہ ہے بعض احادیث میں ضریبہ اس مال کے معنوں میں استعمال ہوا ہے جو آقا اپنے غلام یا باندی کی کرائی میں سے اپنے لئے مقرر کرتا تھا جن احادیث میں لفظ مکس استعمال ہوا ہے اس کے معنی چونگی محصول جو ایک شہر سے دوسرے شہر میں مال تجارت لے جانے پر تاجر سے وصول کیا جاتا تھا۔ جہاں عشور کا ذکر ہے اس کے معنی درآمدی محصول جو ایک ملک سے دوسرے ملک میں سامان تجارت لے جانے پر تاجر سے سرحدی چوکی پر وصول کیا جاتا تھا۔

ابوعبید قاسم بن سلام نے کتاب الاموال میں ان سب احادیث وآثار کو جمع کر دیا ہے جن میں مکس عشور کی شدت کیساتھ ممانعت ہے۔

یہاں یہ وضاحت بھی نہایت ضروری ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں جب یہ بات سامنے آئی کہ مسلمان تاجر جب غیر مسلم حکومتوں میں سامان تجارت لے جاتے ہیں تو ان سے عشور وصول کیا جاتا ہے کیا ہمیں بھی جوابی طور پر ان غیر مسلم ممالک کے تاجروں سے عشور وصول کرنا چاہئے تو حضرت فاروق اعظم نے اپنی مجلس مشاورت کے سامنے یہ مسئلہ رکھا اور انکی آراء معلوم کیں تو اس پر اتفاق ہوا کہ جو غیر مسلم حربی ممالک ہمارے تاجروں سے عشور یعنی مجموعی مال کا عشر وصول کرتے ہیں ان تاجروں سے ہمیں بھی وصول کرنا چاہئے چنانچہ ان سے عشور لینا شروع کیا گیا جو جوابی کاروائی کے طور پر تھا لیکن مکس اور عشور کے معنی عربیہ (ٹیکس) کے نہیں ان کے مابین وہی فرق ہے جو درآمدی و برآمدی ڈیوٹی اور انکم ٹیکس کے مابین ہوتا ہے لہذا مکس اور عشور کی ممانعت سے ٹیکس کی ممانعت ثابت نہیں کیجا سکتی اور ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جس کا علماء اصول کے نزدیک اعتبار نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مروجہ ٹیکسوں کی ممانعت ان احادیث وآثار سے ثابت نہیں ہوسکتیں جن میں ٹیکس وعشور سے منع فرمایا گیا ہے لہذا یہ موقف کہ زکوۃ وعشر کے علاوہ کسی قسم کا ٹیکس عائد کرنا جائز نہیں غلط ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ زکوۃ کے مصارف محدود ہیں اور حکومت کی اخراجات کثیر ہیں زکوۃ کے مصارف کیلئے قرآن مجید نے آٹھ مدات مقرر کی ہیں جن کے پیش نظر زکوۃ کے لئے خاص بیت المال ہوا کرتا ہے فقہاء کرام نے زکوۃ کے مال کو دوسری آمدنیوں کے ساتھ ملانے ناجائز قرار دیا ہے۔ امام ابو یوسف فرماتے ہیں ''خراج کے مال کو صدقات کے مال میں نہ ملایا جائے کیونکہ خراج تمام مسلمانوں کے لئے مال فئی کے حکم میں ہے لیکن صدقات ان ہی لوگوں کے لئے خاص ہیں جن کے مستحق ہونے کی صراحت اللہ تعالی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے فرمادی ہے۔﴿20﴾

ٹیکسوں کا جواز مندرجہ ذیل آیات واحادیث سے ہوتا ہے ۔

ویسئلونک ما ذا ینفقون قل العفو﴿21﴾وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا خرچ کریں آپ فرمادیں جو ضرورت سے زیادہ ہو ۔

وات ذالقربی حقه والمسکین وابن السبیل﴿22﴾"اور قرابت داروں اور مسکین اور مسافر کے جو حق تم پر واجب ہیں وہ ادا کرو"۔

و فی اموالھم حق للسائل و المحروم﴿23﴾اور ان کے مالوں میں مانگنے والوں اور تنگ دستوں کا حق ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنه انه قال فی مالک حق سوی الزکوة ﴿24﴾ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ تیرے مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق ہیں"۔

عن علی بن ابی طالب یقول ان الله تعالی فرض علی الاغنیاء فی اموالھم بقدر ما یکفی فقرائھم فان جاعوا أو عروا وجهدوا فمنع الاغنیاء﴿25﴾ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اغنیاء کے مالوں میں اس قدر فرض کر دیا ہے جو ان کے فقراء کی کفایت کر سکے۔ پس اگر فقراء بھوکے ہیں یا ننگے ہیں اور خستہ حال ہیں تو اس کا سبب یہی ہو گا کہ اغنیاء اس فرض کی ادائیگی میں کوتاہی ہی برت رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے فقہاء کرام میں سے عطاء بن ابی رباح، امام شعبی، طاؤس، حماد بن سلمہ، ابوعبید قاسم بن سلام کا بھی یہی مذہب ہے﴿26﴾

ابن حزم ظاہری نے تو یہاں تک لکھا ہے"فرض علی الاغنیاء من اهل کل بلدأن یقوموا بفقرائھم ویجبرھم السلطان علی ذالک إن لم تقم الزکاة بھم ﴿27﴾اور شہر کے مالداروں پر فرض ہے کہ اپنے محتاجوں کی کفالت کریں اور سلطان انہیں اس پر مجبور کر سکتا ہے بشرطیکہ زکوۃ کی آمدنی اس مقصد کیلئے ناکافی ہو"۔

فقہاء اسلام کے نزدیک ناگہانی ضرورت مثلاً حادثہ، جہاد وغیرہ کی صورت میں سرکاری خزانہ کی مدد کرنا تمام مسلمانوں پر فرض کفایہ بن جاتا ہے اور اگر ضرورت ایسی ہو کہ کسی خاص علاقہ کیلئے مخصوص ہو تو اس کی ذمہ داری عام نہیں ہو گی﴿28﴾ضرائب یعنی ہنگامی ٹیکس سے اگر اہل استطاعت گریز کرنے لگیں تو حکومت اسلامیہ ان سے جبری طور پر امداد لے سکتی ہے۔

چنانچہ صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی نے لکھا ہے وللإمام أن یفعل ذلک فی مال العاذل عندالحاجة ففی مال البغی أولی والمعنی فیه إلحاق الضرر الأدنی لدفع الأعلی اور سربراہ حکومت ملک کے وفادار دولت مندوں کے اموال میں تصرف کر سکتا ہے تو وہ ملک کے بے وفاؤں کے اموال میں ضرر اعلی کے دفعیہ کیلئے بطریق اولی تصرف کر سکتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امام سرخسی نے المبسوط میں لکھا ہے کہ حرب ھوازن میں ضرورت درپیش تھی تو حضور ﷺ نے صفوان سے کچھ زر ہیں اسکی بغیر اجازت استعمال کیلئے اٹھوالیں تھیں ﴿30﴾

ہمارے فقہاء کرام نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے عام مصالح یا مشترکہ ضرورتوں کیلئے حکومت باشندوں پر حسب صوابدید زائد ٹیکس عائد کرسکتی ہے جن کو اصطلاحاً النوائب کہا گیا ہے 'النوائب' کی تعریف **هدايه باب الكفالة** میں درج ذیل کی گئی ہے

مايكون بحق ككرى النهر المشترك وأجرة الحارس للمحلة وفداء الأسارىٰ ﴿31﴾ جو محصول (واقعی ضرورت کیلئے عائد کیا جائے مثلاً ایسی نہر کھودنے کیلئے جو عام مشترک ضروریات کیلئے ہو پہرہ دینے والوں کی تنخواہ کیلئے جو محلّہ کی حفاظت کرتے ہو اور وہ محصول جو فوج کی تیاری کیلئے عائد کیا جائے یا قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کیلئے حکومت کو ضرورت ہو

ان نوائب کی مثال حضور ﷺ کے اس عمل سے دی جاسکتی ہے کہ آپ نے غزوہ تبوک کی موقع پر صحابہ سے مال کا مطالبہ فرمایا تھا جس کے نتیجہ میں ہر ایک نے اپنی طاقت کے مطابق دل کھول کر مدد کی حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر کا سارا مال لاکر رکھ دیا۔ اگر واقعی ضرورت ہو تو اس قسم کے جدید ٹیکس خواہ وہ ایک دفعہ وصول کیا جائے یا قسطوں میں ادا کرنا جائز ہے اور عام پبلک پر اس قسم کے محصول کا ادا کرنا واجب ہے جس کی وجہ ابن ہمامؒ نے یہ لکھی ہے **لأ نها واجبة على كل مسلم موسر با يجاب طاعة أولى الأمر فيما فيه مصلحة للمسلمين** ﴿32﴾ (ہر مستطیع مسلمان پر اس محصول کا ادا کرنا اسلئے واجب ہے کہ اولوا لأمر کی اطاعت ان امور میں ضروری ہے جن میں مسلمانوں کی بھلائی ہو۔

البتہ وہ محاصل جو مفاد عامہ میں نہ ہوں ان کی اشد ضرورت نہ ہو تو ان کی ادائیگی فقہاء نے واجب قرار نہیں دیا بلکہ شمس الائمہ سے امام ابن ھمام نے نقل کیا ہے کہ ایسے مطالبات کا ادا نہ کرنا ثواب ہے ان کے الفاظ یہ ہیں 'اما في زمانا أكثر النوائب تؤخذ ظلما ومن تمكن الظلم عن نفسه فهو خير له** ہمارے زمانے میں عموماً جو محصول وصول کئے جاتے ہیں چونکہ یہ ظلماً وصول کئے جاتے ہیں اور ظلم کے ازالے کا جتنا موقعہ ملے اتنا بہتر ہے۔

علامہ ماوردیؒ نے حاکم کے ظلم اور حرام کے جائز ٹیکسوں کیلئے تعاون کے سلسلہ میں نہایت بلیغ جملہ کہا ہے **لأن الزيادة ظلم في حقوق الرعية والنقصان ظلم في حقوق بيت المال**" ﴿34﴾ کیونکہ زیادتی رعایا کے حقوق پر ظلم کرنا ہے اور کمی بیت المال پر ظلم کرنا ہے۔

جہاں تک دفاعی نقطہ نظر سے ٹیکسوں کے جواز کا تعلق ہے اس کے بارے میں فقہاء کرام کہتے ہیں کہ اگر بیت المال میں اتنی رقم ہے کہ جنگی اخراجات پورے کئے جاسکتے ہوں تو عوام سے چندہ کی اپیل کرنا یا محصول لگانا مکروہ ہے اور اگر سرکاری خزانہ خالی ہے یا اخراجات پورے نہیں کرسکتا تو پھر اس کی اجازت ہے۔

مال میں زکوۃ عشر کے علاوہ حقوق کی مخالفت کرنے والوں کو غالباً حضور ﷺ کا درج ذیل فرمان نظر سے نہیں گزرا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت فاطمہ بنت قیس فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے زکوۃ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا ان فی المال لحقاً سوی الزکوۃ ﴿36﴾ مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ پھر آپ نے سورۃ بقرہ کی یہ آیت تلاوت فرمائیں۔ لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتاب والنبین واٰتی المال علی حبہ ذوی القربی والیتمی والمساکین وابن السبیل والسائلین و فی الرقاب واقام الصلوۃ واٰتی الزکاۃ ﴿37﴾ ''نیکی یہ نہیں کہ تم اپنا رخ مشرق یا مغرب کی طرف کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ، یوم آخرت، ملائکہ، کتاب الٰہی اور نبیوں پر ایمان لائے اور اپنا مال اسکی محبت میں قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور مانگنے والوں پر اور گردنیں چھڑانے میں خرچ کرے نماز قائم کرے اور زکوۃ دے''۔

مندرجہ بالا شواہد اس حقیقت کو واضح کرنے کیلئے کافی ہیں کہ زکوۃ کے علاوہ بھی محاصل عوام الناس پر عائد کئے جاسکتے ہیں پہلے زمانہ میں جب کہ مختلف ممالک فتح ہو رہے تھے سرکاری خزانہ، مال غنیمت، مال خراج، جزیہ اور مال فئی سے معمور رہتا تھا۔ اس لئے ٹیکس عائد کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوتی تھی لیکن موجودہ دور میں جبکہ غنیمت اور فئی کی مدات غائب ہو چکی ہیں حکومت پر ذمہ داریوں کا بوجھ بہت زیادہ ہے آمدنی کے ذرائع محدود ہیں لہذا ٹیکسوں کا نفاذ ناگزیر ہے۔

رسول اللہ ﷺ جب مکہ مکرمہ میں مقیم تھے اور اسلامی ریاست کا وجود نہ تھا تو زکوۃ کا کوئی نظام نہیں تھا صرف خیرات صدقات تک بات رک جاتی تھی۔ لیکن جب مدینہ منورہ میں آپ تشریف لائے اور اسلامی حکومت منصہ شہود پر آئی تو زکوۃ وصدقات کی وصولی کا باقاعدہ نظام قائم کیا۔ جزیہ اور خمس کی مدیں بڑھیں۔ خلفائے راشدین کا زمانہ آیا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خلافت میں دفاعی اور دعوتی ضروریات میں کچھ تبدیلی نہ ہوئی اور نہ ہی ذرائع آمدنی میں اضافہ کی فکر کی گئی۔ حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں اللہ تعالی نے فتوحات کے دروازے کھول دئے اور دور اسلامی کے حدود دور دور تک پھیل گئیں یوں جہاد فی سبیل اللہ اور مصالح عامہ کے اخراجات میں اضافہ ہوا تو آپ نے آمدنی کے مستقل حدوں کو مروج کیا جو کہ زکوۃ وعشر کے علاوہ جزیہ، خمس، خراج، عشور، فئی، صدقات اموال فاضلہ، کانیں، دفینے وغیرہ پر مشتمل تھیں حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ کے زمانہ میں ذرائع میں مزید اضافہ نہ ہوا۔ عہد بنی امیہ اور بنو عباس میں جب کہ انتظامی دفاعی اور مصالح عامہ کے اخراجات میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ تو اسلامی ریاست نے بوقت ضرورت مزید ہنگامی ٹیکس بھی عائد کئے۔ اور ان مختلف ادوار میں فقہاء کرام نے بیت المال کی مدد کیلئے ٹیکس کے جواز کے فتاویٰ دئے۔

امام شاطبی کے زمانہ میں اندلس کے بعض علاقوں میں دفاعی مصالح کے تحت شہر پناہ تعمیر کرنے کیلئے ایک خصوصی ٹیکس عائد کیا گیا تھا یہ امام شاطبی نے مصالح مرسلہ کی بنیاد پر اگر اس حدیث مذکورہ بالا میں کچھ ضعف بھی ہو تو آیت مبارکہ اسے تقویت پہنچاتی ہے۔ یہ آیت بجائے خود حجت بالغہ ہے کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ قرابت دار پر انفاق کرنا نیکی کے ارکان میں سے ہے۔ اس کے بعد عطف کے طور پر ایتاء الزکوۃ کا ذکر ہوا ہے اور عطف مغائرت کا متقاضی ہے جس سے واضح ہوا کہ انفاق، زکوۃ کے علاوہ ہے۔ امام قرطبی کہتے ہیں اس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حدیث میں اگر چہ کلام کی گنجائش ہے لیکن اس سے نفس آیت کے صحیح مفہوم کی تائید ہوتی ہے۔ یعنی اتی المال (مال کا خرچ کرنا) یعنی (انفاق) فرض زکوۃ کے ہم معنی نہیں ہے ورنہ یہ ایک ہی بات کی تکرار ہوگی اگر یہ کہا جائے۔ کہ مذکورہ انفاق سے مراد نفل انفاق ہے نہ کہ وجوب تو یہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ آیت مبارکہ یہود کی رسمی اور ظاہری دینداری کے رد میں اور حقیقی نیکی اور سچی دینداری کے بیان میں نازل ہوئی ہے جس کا اقتضاء یہ ہے کہ فرائض کا ذکر ہو نہ کہ نوافل کا اور واجبات کا ذکر ہو نہ کہ مستحبات کا۔ چنانچہ آیت مبارکہ میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں وہ اسی قبیل سے ہیں یعنی سب بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر عقیدہ، عبادت اور اخلاق سب بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں۔

اسی طرح سورۃ انعام میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے و اتوا حقه یوم حصادہ اور اس کا حق ادا کرو فصل کٹنے کے دن ﴿38﴾

اس آیت میں جس حق کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ زکوۃ کے علاوہ ہے اس کی چند ایک وجوہات ہیں۔

1 ...... یہ آیت عشر کے فرض ہونے سے پہلے مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی تھی

2 ...... آیت میں فصل کٹنے کے دن حق ادا کرنے کیلئے کہا گیا ہے اور یہ بات عشر کی زکوۃ کے سلسلہ میں نہیں ہوسکتی کیونکہ عشر غلہ صاف کرنے کے بعد نکالا جاتا ہے۔

3 ......آیت میں اسراف کی ممانعت کی گئی ہے جبکہ زکوۃ میں اسراف نہیں ہوتا اسکی مقدار شارع علیہ السلام نے مقرر کی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے اس ''حق'' کی تفسیر یہ بیان کی ہے کہ صحابہ کرام زکوۃ کے علاوہ کچھ دیا کرتے تھے ﴿39﴾

علاوہ ازیں احادیث مبارکہ میں زکوۃ کے علاوہ بھی حقوق کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً بخاری شریف کی حدیث مبارکہ میں اونٹنی کے حقوق کی بات مذکور ہے ومن حقها أن تحلبه علی الماء ﴿40﴾ اونٹنیوں اور بکریوں کا حق ہے کہ انہیں پانی (گھاٹ) پر دوھا جائے اور غریبوں پر صدقہ کیا جائے ظاہر ہے کہ یہ حقوق زکوۃ کے علاوہ ہیں۔

مہمان کی عزت واکرام اور اسکے حقوق کے بارے حدیث پاک میں آتا ہے من کا ن یؤمن باللہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفه جائزته یوم ولیلة والضیافة ثلاثة ایام فما کان بعد ذلک فهو صدقة ﴿41﴾ جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہئے کہ ایک شب و روز کی مہمان نوازی کرے اور ضیافت تین دن ہے اسکے بعد جو کچھ ہے وہ صدقہ ہے اکرام کا یہ حکم وجوب پر دلالت کرتا ہے اور اس سلسلہ کی جملہ احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کے مال میں آنے والے مہمان کا حق ہے اور یہ حق زکوۃ کے علاوہ ہے کیونکہ زکوۃ تو خاص اوقات میں واجب ہوتی ہے لیکن مہمان تو کسی وقت بھی آسکتا ہے

قران مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے و یمنعون الماعون وہ ماعون سے روکتے ہیں۔ ماعون کا مطلب یہ ہے کہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کو جن کے پڑوسی ضرورتمند ہوتے ہیں عاریةً دینا واجب ہے ظاہر ہے کہ یہ چیزیں زکوۃ کے علاوہ ہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ مال میں زکوۃ کے علاوہ بھی حق ہے۔ اس کے جواز کا فتوی دیا اور اس کے حق میں دلائل پیش کئے۔ ﴿43﴾ آپ نے الاقسام میں بھی مزید محاصل عائد کرنے کے مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے ﴿44﴾

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اندلس میں پانچویں صدی ھجری میں یوسف بن تاشقین کے عہد حکومت میں دفاعی اغراض کے تحت مشہور مالکی فقھیہ ابوالولید الباجی نے فتوی دیا کہ حسب ضرورت مزید محاصل عائد کئے جاسکتے ہیں۔

ساتویں صدی ھجری میں مصر کے نائب سلطنت نے فوجی ضروریات کے پیش نظر مزید محاصل عائد کرنا ضروری سمجھا تو اس زمانہ کے اکابر علماء سے فتوی طلب کیا متعدد علماء جن میں مشہور شافعی فقیھہ عز الدین بن عبد السلام بھی شامل ہیں نے فتوی دیا کہ اگر بیت المال میں مال موجود ہوتو ایسا کرنا جائز نہیں ﴿46﴾

ان نظائر سے واضح ہوتا ہے کہ واقعی ضرورت پیش آنے پر ماضی میں صالح حکمرانوں نے اکابر علماء اسلام کے مشورے سے مزید محاصل عائد کئے لہذا بوقت ضرورت مزید محاصل عائد کرنے پر علماء اسلام کا اتفاق ہے۔

ٹیکس کا نفاذ کو سیاست شرعیہ استحسان مصالح مرسلہ اور مصلحت عامہ کے اصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے جائز قرار دیں گے۔ ٹیکس کی تنفیذ کے ضمن میں سربراہ ریاست اور حکام سیاست شرعیہ کو بھی ملحوظ رکھیں گے۔

ابن خلدون نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے **السیاسۃ والملک ھی کفالۃ المخلوق وخلافۃ اللہ فی العباد لینفیذ الاحکام فیھم** ﴿48﴾ سیاست اور حکومت مخلوق کی نگہداشت اور ان کے مفاد کی کفالت وضمانت کا نام ہے سیاست خدا کی نیابت ہے اس کے بندوں پر اس کے احکام کی تنفیذ کا نام ہے۔ ابن قیم نے بھی سیاست شرعیہ کو لوگوں کے مفادات کا نام قرار دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں **السیاسۃ ما کان مع الناس اقرب الی الاصلاح وابعد عن الفساد وان لم یصنع الرسول و لا نزل بہ وحی۔** ﴿49﴾ سیاست وہ فعل ہے جن کی وجہ سے لوگ صلاح ومصلحت عامہ کے زیادہ قریب ہوجائیں اور فساد و بگاڑ سے دور ہو جائیں اگرچہ اس کو اللہ کے رسول نے نہ کیا ہو اور نہ اسکے بارے میں وحی نازل ہوئی ہو۔

چنانچہ اسلامی حکومت ٹیکس کی تنفیذ سیاست شرعیہ کو پیش نظر رکھ کر کریگی۔ قرآن' سنت' آثار سے سیاست شرعیہ کا ثبوت ملتا ہے چونکہ سیاست شرعیہ کا مقصد لوگوں کو صلح سے قریب اور فساد سے دور کرنا ہے اس بناء پر جلب منفعت اور رفع مضرت یا حصول منافع اور دفع مفاسد پر دلالت کرنے والی تمام آیات' احادیث وآثار سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ مسلمات میں سے ہے کہ جن معاملات میں کوئی منصوص یا اجماعی حکم موجود نہ ہو اور نہ ہی اس ضمن میں قانون سازی موجود ہو تو اسلامی حکومت قیاس' استحسان، مصلحت مصالح مرسلہ جیسے فقہی مصادر کو پیش نظر رکھ کر قانون سازی کرسکتی ہے۔ چنانچہ محاصل کے ضمن میں وہ ان امور کو پیش نظر رکھ کر زکوۃ وعشر کے علاوہ ٹیکس عائد کرنے کے اختیارات رکھتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مراجع و مآخذ

1. شرح ترمذی لابن عربی المالکی (المطبعہ المصریہ از مصر 1931) ص 41
2. الطبقات الکبری لمحمد بن سعد (بیزوت 1957) ج 3 ص 305
3. لسان العرب لابن منظور ج 6 ص 220 4. المنجد ص 1222
5. Encyclopedia of Social Sciences Vol-15. Page 521
6. Encyclopedia of Britanaca Vol-21 page 723.
7. Daltan, the Principal of Public Finana Londan P-28
8. تفصیل کیلئے ملاحظہ فرمائے۔ الخراج فی الدولۃ الاسلامیہ لضیاء الدین الرئیس مطبوعہ مصر ص 317
9. تاریخ الامم و الملوک لابن جریر الطبری مصر نیا ایڈیشن ج 2 ص 122
10. القرآن الحکیم سورۃالحج 41 11. القرآن الحکیم سورۃالبقرۃ 43
12. بخاری ص 187 مسلم ج 1 ص 31 مسند احمد بن حنبل ج 2 ص - 24243
13. نیل الاوطار للعلامۃ الشوکانی ج 4 ص 131، کتاب الام للامام الشافعی ج 2 ص 4
14. سنن ابن ماجہ 139، کنز العمال ج 6 ص 322 المیزان الکبری ج 1 ص 2
15. الاحکام السلطانیہ لابی الحسن محمد بن حبیب البصری الماوردی ص 113
16. کنز العمال ج 1 ص 296 17. نیل الاوطار ج 8 ص 64
18. محمد احمد بن حنبل ج 4 ص 109 کتاب الاموال ص 429 الترغیب والترھیب ج 1 ص 568
19. مسند احمد ج 1 ص 190 مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 197، مجمع الزوائد ج 3 ص 87
20. کتاب الخراج لابی یوسف ص 95 21. القرآن الحکیم: سورۃ البقرۃ 91
22. القرآن الحکیم: سورۃالروم 38
23. القرآن الحکیم: سورۃ الذاریات 19
24. کتاب الاموال لابی عبید قاسم بن سلام ص 357
25. المحلی لابن حزم ص 356
26. کتاب الاموال لابی عبید ص 8-357
27. المحلی لابن حزم ج 6 ص 54-152

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

28. الاحکام السلطانیه ابو لیلی مطبع مصطفی حلبی قاهره صـ 37

29. الهدایه للامام المرغینانی ج 1 صـ 585

30. المبسوط للامام السرخسی ج 10 صـ 136

31. الهدایه باب الکفالة صـ 125

32. الهدایه کتاب الکفالة

33. فتح القدیر ج 5 صـ 423

34. الاحکام السلطانیه للامام الماوردی مطبع مصفطی حلبی قا هره۔ 198

35. الهدایه ج 2 کتاب السیر

36. الجامع الترمذی ج 1 صـ 139

37. القرآن الحکیم سورة البقرة 177

38 القرآن الحکیم سورة البقرة 177

39. الجامع لاحکام القرآن(تفسیر قرطبی) ج - 8، 1007

40. الجامع الصحیح للبخاری ج 1 صـ 906

41. الجامع الصحیح للبخاری صـ 906

42. القرآن الحکیم 107 7

43. القواعد السنیه فی اسرار الفقهیه علی هامش الغروق للقرافی 120 ,141

44. تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو الاعتصام للعلامة الشاطبی مطبعه المنار مصر 1914 ج 2صـ 295 298

45. ابن خلکان و غیات الاعیان ، مکتبه قاهره 1948 ج 6 صـ 118

46. محمد بن احمد بن ایاس ، تاریخ مصر، بولاق مصر 1311 ج 1 صـ 94-95

47. امام غزالی نے بھی اس رائے کا اظہار فرمایا ہے المستعفی، مطبعہ امیریہ بولاق مصر 1322ھ ج 1صـ 3-4

48. مقدمه ابن خلدون طبع بیروت صـ 113

49. الطرق الحکمیة فی السیاسته الشرعیه لابن القیم طبع مصر 1961 صـ 15

© rasailojaraid.com